ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.4,Issue No.2(2022)
(July to December)

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان کی مزاح نگاری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

A research and critical review of Dr. Waheedur Rehman Khan's comedy

محمد رمضان

پی ایچ-ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ اُردو، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

The image of satire in modern Urdu prose the color of pure humor in shades appears obvious with its distinctive shagyness and rancor.The name of Dr. Waheed ur Rehman khan also appears in modern Urdu prose comics.Spontaneity and fluency are very prevalent in their urdu prose.Laughter with life is a witness to the fact that every artist is primarily an artist. Dr.Waheed ur Rahman Khan does not tolerate social unevenness, but they express it in light humor, conveying its impressions to others.Immaturity in their style is not reflected anywhere. There is no doubt that his style of writing is fictional.

Kywords: Universality, Literature, Sublimation, Imagination, Social Realism, Climax, fictional

اُردو میں طنز و مزاح کا آغاز ُاودھ پنچ،، لکھنو سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن قدیم دور کا طنز و مزاح، لطیف طنز و مزاح کی حدود سے دور ہے۔ اگر ہم غالبؔ کے خطوط کے لطیف طنز و مزاح سے موازنہ کریں تو اس کے مقابلے میں اس کو ہم صرف پھبتی سے منسوب کر سکتے ہیں۔ طنز اور مزاح کا جو فطری طور پر گہرا رشتہ ہے وہ روز ازل ہے۔ کوئی بھی مزاح نگار اس سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ ادبا کی تحریروں میں مشاہدے کی سچائی کے علاوہ تجربے کی وسعت بھی پائی جاتی ہے۔ جو تحریروں میں تازگی اور شگفتگی کا باعث بنتی ہے۔ ظرافت معاشرتی رویوں اور ناہمواریوں میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ طنز کی خوبی یہ ہے کہ اس میں تیکھا پن کی بجائے شگفتہ ہونے کا عنصر نمایاں ہو۔ مزاح نگار کبھی کبھی عہد جدید میں قدیم رنگ سخن سے بھی رنگ آمیزی کرتے ہیں۔ مزاح نگاری کے ذریعے لوگوں کو باہم قریب کرنے میں بھی مدد ملتی ہے اور معاشرتی بنیادوں کو بھی مضبوط کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ ذوالکفل بخاری ان کی کتاب "گفتنی شگفتنی" میں ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "وحید الرحمٰن کے فن اور شخصیت اور استرے میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ ۔اکثر آپ نے دیکھا ہو گا، دیکھا کیا آزمایا ہو گا، استرا کس مستعدی اور صفائی کے ساتھ جھاڑ جھنکار، ملمعات اور تجاویز اتکا خاتمہ کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی رفتار میں کیا بلا کی تیزی اور اس کی باڑھ میں کیا قیامت کی کاٹ ہوتی ہے۔ لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر آپ دم تحریر، وحید الرحمٰن کی ستم ظریفیوں کی زد میں آجائیں تو اس کی مستعدی، صفائی، تیزی اور کاٹ کی ہوش ربائی پر نہ صرف ایمان لے آئیں بلکہ اس کے اشتہار ہو جائیں"(۱)

مزاح نگاری کی شعوری تحریک کی ابتداء اودھ پنچ سے ہوتی ہے۔ اردو زبان کے فروغ سے پہلے مزاح نگاری کو سماجی حیثیت حاصل تھی۔ جس کی مثال میر جعفر زٹلی ہے۔ میر جعفر زٹلی مزاح نگار اور ہجویہ گو شاعر تھے۔ جس کی پاداش میں میں انھیں فرخ سیر نے قتل کروادیا تھا۔ اس طرح 'اودھ اخبار،، رتن ناتھ سرشار نے جاری کیا جو اس دور میں عوام میں مقبولیت کا درجہ رکھتا تھا۔ اس اخبار میں 'افسانہ آزاد،، کی قسط وار اشاعت نے مزاح کو کروٹ دی۔ 'فسانہ آزاد میں خوجی کا کردار مثالی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید طنز و مزاح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "واضح رہے کہ اردو زبان کے باقاعدہ فروغ سے پہلے ہی طنز و مزاح کو سماجی حیثیت حاصل ہو چکی تھی اس کی مثال میر جعفر زٹلی کی یاوہ گوئی میں تلاش کی جاچکی ہے اور اس کے نمونے شاعری کے علاوہ نثر میں بھی دستیاب ہیں۔ لیکن اردو نثر میں طنز و مزاح کو بنیادی تہذیبی اور ادبی حیثیت مرزا غالبؔ نے خطوط میں دی۔ ان کا مزاح مغلوں کے زوال اور سقوط دہلی کے سانحے کی وجہ سے آنسوؤں اور آہوؤں میں لپٹا ہوا ہے۔"(۲)

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان کا ان چند معروف مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے مادہ پرست دنیا میں بسنے والے مایوس اور پریشان زدہ لوگوں کے لبوں پر مزاحیہ تحریروں کی بدولت مسکراہٹ پیدا کرنے کا سامان پیدا کیا ہے۔ ان کے تخیل سے فکاہیہ تحریریں چشمے کے سوتے کی طرح صفحہ قرطاس ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی آزاد نثری نظموں پر مشتمل ایک بھی شائع ہو چکی ہے۔ معاشرتی ناہمواریوں سے دلبرداشتہ نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے مرہم کا سامان پیدا کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی دلکش اور شگفتہ تحریریں قاری کے لیے ہنسی و مسرت کا باعث بنتی ہیں۔ "خامہ خرابیاں" میں وحید الرحمٰن خان لکھتے ہیں۔

> "اور اب چند باتیں افتخار شفیع اور ساہیوال کی گائے کے حوالے سے۔ پہلی بات تو یہ کہ دونوں ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے افتخار بھی اس معصوم جانور کی مانند بہت اصیل اور مسکین ہے بلکہ اگر اسے اللہ میاں کی گائے، کہا جائے تو تو ہمارے خیال میں کسی بیل اور شاعر کو اعتراض نہیں ہو گا۔ جہاں گائے باور افتخار میں ایک قدر مشترک ہے وہاں ایک بات مختلف بھی ہے وہ گائے کی طرح جگالی نہیں کرتا۔"(۳)

اُردو زبان کی ابتداء پر نظر دوڑائیں تو ایسا کوئی عہد نظر نہیں آتا۔ جس میں طنز و مزاح کے نمونے نہ ملتے ہوں۔ لیکن موجودہ دور میں اس کا فقدان نظر آتا ہے۔ کیوں کہ مادہ پرستی نے ہر شخص کو جکڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس حوالے سے موصوف اپنے مضمون "مزاح نگار بطور محقق" میں رقمطراز ہیں۔

> "اردو ظرافت نے کتنے بڑے نام پیدا کیے ہیں، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، ابن انشاء، محمد خالد اختر، شفیق الرحمٰن، مشتاق احمد یوسفی، کرنل محمد خان اور وحید الرحمٰن خان (روانی میں خامہ خراب کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہو گیا ہے۔ شعر و ادب میں چونکہ ان دنوں تجربوں کا چلن ہے، اس لیے نثر میں "شتر گربہ" کا تجربہ کرنے کے خیال سے اس نام کو قلم زد نہیں کیا گیا) لیکن اب یہ طنز و ظرافت کو "لطف محفل" سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی اور ایک مسخرے اور مزاح گار کو، محمود و ایاز کی طرح ایک صف میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ عوام الناس کی حد تک تو یہ رویہ

قابل فہم ہے۔ لیکن جب ادب کے سنجیدہ قارئین بھی مزاح نگاری کو ایک غیر سنجیدہ تخلیقی عمل خیال کرنے لگیں تو ایسی صورتحال میں ہماری قوم کا مزاج اور ذوق، نثر ثانی کے محتاج ٹھہرتے ہیں۔"(۴)

وحید الرحمٰن خان ماہر طبیب کی طرح سرجن کا کام بہترین طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ انہوں نے معاشرے میں پائی جانے برائیوں کو طنز و مزاح کے نشتر سے چھیڑا ہے۔ ان کا مزاحیہ اور طنزیہ پہلو قاری کے لیے مسرت کا باعث ثابت ہوتا ہے۔ موصوف نفرت کی بجائے محبت کا درس مزاحیہ طریقے سے سرانجام دیتے ہیں۔ اس سارے منظر کو مزاحیہ انداز میں یوں بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے مضمون کا "یہ عشق نہیں آساں" کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اس دلربا سے ہماری اولین ملاقات مرزا لعل بیگ کی بیگم بعمر بیالیسسال کی چوبیسویں سال گرہ پر ہوئی نظر میں عشوہ، لبوں پر سرخی اور ہاتھمیں قورمے کی پلیٹ، سبز پیراہن میں ملبوس وہ بہت حسین و جمیل دکھائیدے رہی تھی۔ اس کی زلفیں فیشن کے مطابق چھوٹی تھیں۔ مگر ہماری صحت منجملہ کے پیش نظر اسیری کے لیے کافی تھیں۔ پہلی ملاقات میں ہمیں صرفشربت دیدار پر اکتفا کرنا پڑا کیوں کہ حسینہ خاصی عجلت میں تھی اور تقریبکی بھیڑ بھاڑ میں اس بات نہ ہو سکی۔ وہ جلد ہی داغ مفارقت دے گئی۔"(۵)

مندرجہ بالا اقتباس میں ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان خوب روبیالیس سالہ دوشیزہ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں۔ حسن اتفاق سے حسینہ پڑھنے کے لیے ان کے گھر جب آتی ہے۔ نہایت خوبصورت لباس کو زیب تن کیا ہوتا ہے۔ جو اس کے حسن کو مزید نکھار دیتا ہے۔ ان کی زلفیں زہر قاتل ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ فیشن روایت سے بغاوت کا درس دیتا ہے۔ موصوف نے شوخ و طرار انداز میں اس کے نین و نقش سے لے کر پہلی ملاقات کی روداد کو کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے اقتباس ملاحظہ ہو۔

" یہ ایک خیال انگیز انتسابہے اور ابھی ہم بھی اسی انتساب کی معنی آفرینی اور عبارت آرائی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ایک پختون نے اطلاع بہم پہنچائی کہ پشتو میں بعض مونث محبوب ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کا نام ہی "خارو گل ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ ایک نسوانی نام ہے اور طجب ہم پر یہ معنویت عیاں ہوتی ہے، ہمیں مختار پارس کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل دور سے دکھائی دینے لگتا ہے۔ ورنہ اس سے قبل ہم ایک شرمیلا سا، معاملات دل سے بے نیاز نوجوان خیال کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک روز ہم سے کہنے لگا "یار "خواتین کے معاملے میں میرا حافظہ ایسا کمزور ہے کہ مجھے اپنی کلاس فیلوز کے ناسم بھی یاد نہیں رہتے "عرض کیا "اے مرد ناداں یہ حافظے کی کمزوری نہیں۔"(۶)

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان تیکھے انداز سے فکاہیہ نشتر چلاتے ہیں۔ ان کے فقرے مزاح سے بھرپور ہوتے ہیں جو قاری کیے لیے دلچسپی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ ان کے یہ جملے آبگینوں کی خوبصورت ہوتے ہیں۔ لیکن ان آبگینوں ٹھیس پہنچنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ موصوف محمد مختار علی کی تخلیق "کتاب آئندہ" کا تعارف اس انداز سے کرتے ہیں، کتاب کا پورا نقشہ قاری کے سامنے آجاتا ہے۔ جس وہ مصنف

کے خدوخال سے بخوبی آشنا ہو جاتا ہے۔ جو مسودے کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان اس کا اظہار کچھ اس انداز سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

> "ہم نے کتاب آئندہ اپنے ایک دوست کے "چشم گزار" کی تو انہوں نے دل کھول کر سرورق کی تعریف کی لیکن جب نظر پس ورق پر پڑی تو بے اختیار اچھل پڑے۔ چونکتے ہوئے فرمایا" یہ تو کسی خطرناک اشتہاری مجرم کا سکیچ لگتا ہے۔ شاید پولیس ریکارڈ میں مفرور کی اصل تصویر نہیں ہو گی۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید مردم شناسی کا مظاہرہ کرتے، ہم نے اصل صورتحال کی وضاحت کر دی ورنہ وہ تو جوش تفتیش میں سکیچ کے نیچے دی گئی بے ضرر فردیات کو "فردیات جرم کی ذیل میں شمار کر لیتے۔"(۷)

شاعر کو کالج کی لڑکی سے محبت ہوتی ہے۔ تاہم محبت ایک فطری عمل ہے۔ ہوتی نہیں ہو جاتی ہے۔ عشق کسی کی ذات نہیں۔ اس کا معاملہ دل سے ہوتا ہے۔ محبت کی سیرابی خون جگر سے ہوتی ہے۔ موصوف اس کا تذکرہ مضمون "شاعر اور کالج کی لڑکی" میں اس طرح سے کرتے ہیں۔

> "سلیم ساگر کی شاعری کا ایک اہم مضمون "آئینہ" ہے، مگر یہ وہ آئینہ نہیں جو عام طور پر ان صاحبان کو دکھایا جاتا ہے۔ جنہیں دل نہ دینے پر بہت غرور ہوتا ہے۔ یہ ایک سادہ سا آئینہ ہے، جس میں گاہے اپنی صورت دیکھتا ہے اور گاہے اہل دنیا کی۔ آئینے میں اپنی صورت دیکھنی والی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ یہ عمر ایسی ہوتی ہے کہ آدم زاد بہانے بہانے سے آئینے کے آگے آٹھہرتا ہے اور اپنی صورت پر بری نظر ڈالتا ہے مگر آئینے میں "رخ دیگراں" دیکھنے والی اور تشویش ناک ہے۔"(۸)

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان کا شمار موجودہ صدی کے ابھرتے ہوئے مزاح نگاروں میں ہوتا ہیں۔ ان کا فکاہیہ انداز تحریر قاری کو مسلسل محظوظ رکھتا ہے۔ زبان کی شگفتگی ان کی تحریروں نمایاں طور پر خیال کی بجائے حقیقت کے نشتر سے مزین نظر آتی ہے۔ موصوف کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ طنز و مزاح کے دامن سے واقعات کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان خوبیوں کا اعتراف ڈاکٹر شعیب احمد یوں کرتے ہیں۔

> "کچھ لوگ مجھے پسند ہوتے ہیں۔ کیوں؟ بس خواہ مخواہ، باقی لوگوں کی طرف میں دھیان نہیں دے پاتا۔ میری ساخت ہی کچھ ایسی ہے۔ وہ بھی لحاظ کرتا ہے، جب بھی اس کی کوئی کتاب چھپتی ہے تو مجھے بھجوا دیتا ہے۔ اس بار بھی اس نے کتاب چھپوائی تو مجھے بھی بھجوائی اور میں نے مدت کے بعد کوئی اچھی کتاب پڑھی، مزہ آیا، خود وحید کی طرح ہلکی پھلکی، کم گو، کبھی شرارتی اور کبھی سنجیدہ، نہ شرارت ایسی کہ آپ لوٹ پوٹ ہو جائیں اور نہ سنجیدگی ایسی کہ گرانی کا احساس ہونے لگے۔ یوں جیسے آپ اپنے ہی حلقے کے کسی دوست کے پاس گھنٹہ بھر بیٹھ کر گھر آ گئے ہوں۔"(۹)

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان مبصر کے طور پر بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے تبصروں میں شگفتہ بیانی، شوخی اور خوش مذاقی کا پہلو جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی سے ایک مرتبہ کراچی تشریف لے جاتے ہیں۔ تاکہ ان کے فیض سے مستفیض ہوں۔ روشنیوں کے شہر میں پہنچ کر رابطہ کیا۔ جب ان سے ٹیلی فون پر بات کی تو انہوں نے کلاقات کے لیے شام چھ بجے کا وقت دیا۔ موصوف اس سارے منظر نامے کا تذکرہ کچھ یوں کرتے ہیں۔

> "روداد اس کی ملاقات کی کچھ یوں ہے کہ 10 اپریل2000ء کی صبح کو ہم نے ٹیلی فون کر کے یوسفی صاحب سے ملاقات کا وقت مانگا۔ انہوں نے شام چھ بجے آنے کو کہا۔ مگر ہم حدود وقت سے پیچھے رہ گئے اور پانچ بجے ہی ان کے دولت خانے پر جا پہنچے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔، اسلیے حفظ ماتقدم کے طور پر تین بجے ہی اپنی قیام گاہ سے روانہ ہوگئے تھے۔ راستے میں سوچتے رہے کہ پطرس بخاری "لاہوری" تھے، سو انہوں نے اپنے شہر کا "جغرافیہ" لکھا جو اردو ادب میں "خندہ جاوید ہو گیا۔ یوسفی صاحب ایک طویل عرصے سے کراچی میں مقیم ہیں۔ چنانچہ انہیں اپنے شہر کا" قرض "ادا کرنا چاہیے"[۱۰]

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان فکاہیہ انداز میں مختلف شخصیات اور ان کی تخلیقات پر مزاحیہ انداز سے تبصرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہاں انہوں نے جس شگفتہ انداز میں بدر منیر کا تعارف کرایا۔ ایسا فن بہت کم مزاح نگاروں کے ملتا ہے۔ ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان بذات خود بھی عرصہ دراز سے تدریس کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ تاہم ان راہوں میں درپیش مسائل سے خوب آگاہ ہیں۔ انہوں نے مضمون "جوہر آباد کا جوہر قابل" میں بدر منیر کا تعارف اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

> "بدر منیر تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ مقامی کالج میں اردو کے استاد ہیں۔ شہر میں سینکڑوں شاگرد اپنے سینوں پر ان کا داغ تلمذ نشان حیدر کی طرح سجائے پھرتے ہیں۔ کالج کے استاد کے لیے ایم۔ اے کی حد تک تعلیم کافی ہوتی ہے لیکن بدر منیر نے علم کی طلب میں ایم۔ فل کا ہفت خواں بھی طے کر ڈالا۔ اس اضافی تعلیم نے ان کچھ نہیں بگاڑا۔ بال تک نہ بیکا نہ ہوا۔ وہ نہ سر کے گنجے ہوئے اور نہ ان کی بینائی کمزور ہوئی۔ ورنہ عام طور پر ایم۔ فل یا پی ایچ۔ ڈی کی راہوں کے مسافر جوانی ہی میں بڈھے کھوسٹ ہو جاتے ہیں۔"[11]

وحید الرحمٰن خان اپنی تحریروں میں ایک خاص نقطہ نظر سے انسانی ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ وہ مزاح کے ساتھ ساتھ طنز کے نشتر بھی چلاتے ہیں۔ موصوف ذاتی تجربے سے تحریر کی بے ساختگی کو شگفتہ بنانے کے ہنر سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔ ان کی شگفتہ تحریریں نئی نسل کو صحت مند مزاح کا نیا شعور عطا کرتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملے تکرار الفاظ کے ذریعے ہنسی کا عنصر پیدا کرتے نظر آتے ہیں۔ موصوف اپنے منفرد انداز سے اپنے مضامین میں ایک طرحکا ذہنی لطف پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی بات کر مختصر اور جامع انداز میں بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ لیکن ظرافت اور تمسخر کی درمیانی حدوں سے اپنے کرداروں کو قاری کی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ انھوں نے اس فن کاری کے ساتھ اپنے ہنر کو استعمال کیا کہ ان کی برجستگی اور پرکاری اسلوب میں رچ بس گئی۔ وہ طنز کو جراحت کی بجائے مزاج کی ملائمت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

"مٹھی میں ایک سو دس روپے مضبوطی سے دبا رکھے تھے، سوچا رو ناچار جمع کرانے کے لیے کسی ذمہ دار افسر سے رابطہ کیا جائے۔ چناں چہ سامنے بیٹھے ہوئے کلرک کے پاس پہنچے، کلرک صاحب سرو قامت اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ قد کے علاوہ ان کی ناک بھی لمبی تھی۔ گھنی گھنی مونچھوں کے سائے تلے موٹے موٹے ہونٹ آرام فرما رہے تھے۔ اس قسم کا حلیہ دیکھ کر ہم اکثر ڈر جاتے ہیں"(۱۲)

وحید الرحمٰن خان کے مضامین گہرے مشاہدے اور انسان کے نفسیاتی مزاج کے پیش نظر لکھے گئے ہیں۔ یہ منفرد انداز سخن کی وجہ سے شگفتہ اسلوب کی بہترین مثال ہیں۔ وہ خالص مزاحیہ انداز میں اس کی عکاسی اتنی خوبصورتی سے کرتے ہیں کہ قاری لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بل کہ وہ اپنی سنجیدگی برقرار نہیں رکھ سکتا اور اسے سنجیدہ خول سے نکل کر ضرور ہنسنا پڑتا ہے۔ البتہ اردو نثری ادب جو رشید احمد صدیقی کے سنہری دور شروع ہوا۔ وہ اپنی پوری روایات اور فن کی وجہ سے ارتقاء پذیر رہا ہے۔ اس لحاظ سے اس کو کئی نشیب و فراز سے بھی گزرنا پڑا لیکن مجموعی طور پر اردو نثری ادب میں طنز و مزاح کا دامن کبھی خالی نہیں رہا۔

وحید الرحمٰن خان کا انداز تحریر عجیب اور انوکھا ہے جب وہ یونی ورسٹی کے زمانے کو جو انھوں نے احباب کے ساتھ گزارا تھا مزاحیہ انداز میں پیش کرتے ہیں تو حقیقت کا گمان ہونے لگتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی تحریروں میں ثقیل معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال جس ہنر مندی سے انھوں نے محاورات، ضرب المثال اور مصرعوں کو استعمال کیا اپنی مثال آپ ہے۔

محاورات:

طوطا چشم ہونا، خدا واسطے کا بیر، انگشت بدنداں ہونا، عقل دنگ رہ جانا، ناکوں چنے چبوانا،، خالہ جی کا گھر، کان نہ دھرنا، دست سوال دراز کرنا، کہرام مچانا، دال میں کالا ہونا، ہاتھوں کے طوطے اڑنا، چھکے چھوٹ جانا، شیرازہ بکھرنا، خوب ہاتھ پاؤں مارنا، بے نقط سنانا، شب خون مارنا۔

مصرع بیت:

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا، وہ مرا پہلے پہل داخل زنداں ہونا، ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی ساحل ہی نہیں، صلائے طعام ہے یاران نکتہ داں کے لیے، جا تجھے کش مکش سے آزاد کیا، بک رہا ہے جنوں میں کیا کیا کچھ، رات بھر طالع بیدار نے سونے نہ دیا۔

ضرب المثال:

بھینس کے آگے بین بجانا، اندھا کیا جانے بسنت کی بہار، مال مفت دل بے رحم، دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔

وحید الرحمٰن خان کے مضامین میں پپو، مرزا لعل بیگ اور منگلا کے کردار دل چسپ اور متحرک ہیں۔ ان کرداروں میں مرزا لعل بیگ کا کردار سب اہم اور کئی مضامین میں نظر آتا ہے۔ وحید الرحمٰن خان کی زبان شیریں ہے اور ان کا انداز تحریر میں معاصرین کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ وحید الرحمٰن خان، ڈاکٹر، گفتنی شگفتنی، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۲

۲۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو نثر میں چند مزاح نگار، دوست پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۰

۳۔ وحید الرحمٰن خان، ڈاکٹر، خامہ خرابیاں (فلیپ)، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۰ء ص ۳۷

۴۔ ایضاً،، ص ۴۳

۵۔ وحید الرحمٰن خان، ڈاکٹر، گفتنی شگفتنی، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۸

۶۔ وحید الرحمٰن خان، ڈاکٹر، خامہ خرابیاں، ص ۶۴

۷۔ ایضاً، ص ۷۲

۸۔ ایضاً، ص 100

۹۔ ایضاً، ص ۱۳۳

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۲۰

۱۱۔ ایضاً،، ص ۴۶

۱۲ وحید الرحمٰن خان، ڈاکٹر، گفتنی شگفتنی، ص ۵۹